© rasailojaraid.com

مسلمانوں کے دنیوی مصائب کے دینی اسباب؟

از جناب مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی صدر شعبہ دینیات
جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن

کچھ عرض کرنے سے پہلے یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس مضمونچہ کی حیثیت جواب کی نہیں بلکہ استفہامی علامت ہی سے سمجھا جا سکتا ہے کہ لکھنے والا کچھ پوچھنا چاہتا ہے، گویا مفتی نہیں بلکہ اہل علم کے سامنے مستفتی بن کر حاضر ہو رہا ہے۔ دوسری بات اسی سلسلہ میں کہنے کی یہ ہے کہ میری بحث یا سوال کا دائرہ صرف دینی اسباب تک محدود ہے، دنیوی اسباب کا قصہ ان ہی لوگوں کے غور و فکر کے سپرد کرنا مناسب ہے جو دنیا اور اس کے معاملات کا تجربہ رکھتے ہیں اور یوں بھی یہ مسئلہ غالباً چنداں قابل توجہ بھی نہیں، بقول سعدیؒ جب "مسکین خر" اپنی ساری بدتمیزیوں کے باوجود بھی بار ہی برد" کی ضرورت کو ثابت کرکے اشرف المخلوقات کے عزیزوں میں شریک ہو سکتا ہے تو انسانیت کی ایک ہی برادری والوں میں عزیز بن جانا اور عزت کی زندگی

لہ مرا اشارہ گلستان کے مشہور مکتبی شعر کی طرف ہے یعنی ؎ مسکیں خر اگرچہ بے تمیز ست، چوں بار ہمی برد عزیز ست ۔ کمالات پیدا کرکے قوموں نے ہمیشہ اپنی قیمت ان لوگوں سے بہر حال وصول کی ہے جو کسی خاص جذبہ کے تحت انسانی حقوق سے ان کو محروم کرنا چاہتے تھے بنی امیہ اور بنی عباس تک کے عہد میں عیسائیوں اور یہودیوں اور مجوسیوں نے ان حکومتوں کو مجبور کیا کہ اپنی صحت اپنے مالیات اپنے زندگی کا معیار کو ان قوموں کے حوالہ کریں۔ تاریخ کے صفحات ان کی داستان سے معمور ہیں ۱۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا حاصل کر لینا ایک انسان کے لئے کیا دشوار ہو سکتا ہے ؟ آخر جینے کے جس "گر" سے گدھے بھی واقف ہیں، اگر باوجود آدمی ہونے کے کسی قوم کی سمجھ میں اتنی بات بھی نہیں آتی تو اس کے لئے نہ تقریریں مفید ہو سکتی ہیں اور نہ تحریریں۔ ان کے لئے تو ع۔ خدا حافظ مسلمانوں کا اکبر "جی چاہتا ہے کہ اکبر مرحوم کے اسی مصرعہ کو دہرا کر چپ ہو جائے۔ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَآ تُسْمِعُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ

ان پھولوں کو چھوڑ لینے کے بعد اب آئیے اور سنئے پوچھنے والا کیا پوچھنا چاہتا ہے؟ یہ ایک خالص دینی سوال ہے دین اور علم دین سے دلچسپی رکھنے والے میرے صحیح مخاطب ہیں۔

بہرحال کہنا یہ ہے کہ (عقاید یا کلام کی کسی فرقہ واری کتاب میں نہیں) بلکہ قرآن ہی میں جیسا کہ سب جانتے ہیں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ

" نہ تمہاری آرزوؤں، اور نہ کتاب والوں کی آرزوؤں کا تابع بلکہ قدرت کا فیصلہ ہے کہ جو بھی کرے گا کوئی برائی، بدلہ اُس کا، اسے دیا جائے گا"

یعنی سورۃ النساء کی آیت لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ کا مفاد اور حاصل ہے۔

اسی کے بالمقابل قرآن ہی میں یہ بھی ہے کہ

" اور جو کرے کوئی برائی، یا اپنے آپ پر جو ظلم کرے، پھر بخشش اور مغفرت چاہے اللہ سے، تو پائے گا اللہ بڑا بخشنے والا، بڑا مہربان"

یعنی اسی سورۃ النساء کی دوسری آیت وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا کا لفظی ترجمہ ہے، اور ایسی آیتیں جن کا مفاد بھی یہی ہو جو اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یت کا ہے قرآن کے متعدد مقامات پر جیسا کہ قرآن پڑھنے والے جانتے ہیں پائی جاتی ہیں بلکہ اسی سورہ میں وہ مشہور آیت بھی ہے جس میں اس کلی قانون کا اظہار فرمایا گیا ہے کہ

"قطعاً اللہ نہ بخشے گا، اس بات کو کہ اس کے ساتھ شریک اور ساجھی ٹھیرایا جائے اور بخش دے گا اس کے سوا جس کے لئے چاہے گا"

یعنی اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَاءُ کا جو معنی اور مطلب ہے یہ دو باتیں ہوئیں۔ اب تیسری بات قرآن ہی کی یہ بھی ہے کہ

"میں نے دھمکایا تم کو آگ سے جو بھڑک رہی ہے، نہ گھسے گا اس آگ میں مگر جو سب سے زیادہ بدبخت ہے وہی جس نے جھٹلایا، اور پیٹھ پھیری"

یعنی سورۃ اللیل کی آیت فَاَنْذَرْتُکُمْ نَارًا تَلَظّٰی لَا یَصْلٰاهَآ اِلَّا الْاَشْقَی الَّذِیْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی کے واضح الفاظ سے صراحۃً جو بات سمجھ میں آتی ہے اب اسی کے ساتھ تشریحاً بخاری کی ان دونوں حدیثوں کو بھی ملا لیجئے پہلی حدیث حضرت معاذ بن جبل صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی جس میں ہے کہ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں ہے ایسا کوئی آدمی جو گواہی دے اس بات کی کہ نہیں ہے الٰہ (معبود) مگر اللہ ہی، اور یہ کہ قطعاً محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، دل کی سچائی کے ساتھ جس نے ان دونوں باتوں کی گواہی دی اور (اقرار کیا) تو نہیں ہے (اس کے لئے کوئی صورت بجز اس بات کے) کہ حرام کر دے اللہ اس پر آگ کو یعنی جہنم کو"

یعنی مَا مِنْ اَحَدٍ یَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ صِدْقًا مِنْ قَلْبِهٖ اِلَّا حَرَّمَهُ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اللہ علی النار (متفق علیہ دیکھئے مشکوٰۃ مولوی محمد ادریس کاندھلوی والی ص۳۹ ج۱) اور دوسری
روایت عتبان بن مالک صحابی کی جس میں ہے کہ
"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قطعاً اللہ نے آگ یعنی (جہنم)
پر حرام کر دیا اس کو جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اللہ کے چہرے کو اس کے ذریعہ
تلاش کرتا ہے۔"
یعنی اِنَّ اللّٰہ حرم علی النار من قال لا الٰہ الا اللہ یبتغی بذلک وجہ اللہ رواہ جمع الفوائد ص۴
ظاہر ہے کہ ان دونوں حدیثوں کا مفہوم بھی وہی ہے جو سورہ واللیل والی آیت کا مفاد
ہے یعنی جہنم میں صرف وہی جائیں گے جنھوں نے اللہ کے رسول کے لائے ہوئے
پیغام کو جھٹلا دیا ہو، اور جھٹلا کر پیغمبر سے رشتہ توڑ لیا ہو بالفاظ دیگر تکذیب و تولی کا مجرم
بن کر جس نے اپنے آپ کو شقاوت اور بدبختی کی آخری منزل تک پہنچا دیا ہو، یعنی
الاشقی الذی کذب و تولی کا جو مصداق بن گیا ہو، ان صفات سے موصوف ہونے کے
بعد چونکہ کوئی مسلمان باقی نہیں رہ سکتا، اس لئے آیت کا واضح اور کھلا ہوا مطلب
یہی ہوا کہ جہنم میں وہی جائے گا اور اس کے سوا کوئی نہ جائے گا، جو مسلمان نہیں ہے
یہی حاصل اس آیت کا بھی ہے اور اسی مضمون کی تائید و تشریح بخاری شریف
کی ان دونوں صحیح حدیثوں سے بھی ہو رہی ہے۔
پوچھا اب بھی جاتا ہے کہ مذکورہ بالا تین قسم کی آیتوں کی بنیاد پر کیا یہ عقیدہ قرآنی
عقیدہ نہ ہوگا کہ جہنم کا عذاب صرف ان لوگوں کے لیئے ہے جو مسلمان نہیں ہیں خواہ وہ صراحۃً
منکر و مکذب ہوں، یا منافق[1] ہوں، اور کسی قسم کا مسلمان ہو، جہنم کی آگ اس کے لئے

---

[1] منافق کے متعلق عام طور پر جو یہ سمجھا جاتا ہے کہ دل سے تو بالکلیہ منکر و مکذب ہو اور زبان سے اسلام
(بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حرام، اور جہنم کی آگ کے لئے وہ حرام ہے، گویا نہ جہنم ہی مسلمان کے لئے ہے اور نہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کا اقرار کرتا ہو، قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کیفیت تو منافق طبقہ کی ایک قسم کی ہے یہ وہی لوگ معلوم ہوتے ہیں جن کی مثال اس آگ سلگانے والے سے قرآن میں دی گئی ہے جو اپنی شعلہ زبانیوں سے لوگوں کو اطمینان دلاتا رہتا ہے کہ جو کچھ اس کی زبان پر ہے وہی دل میں بھی ہے لوگ جب مطمئن ہو جاتے ہیں تو خود اس روشنی سے وہ قطعاً محروم ہو جاتا ہے جسے زبان کی بتی جلا کر دوسروں کو مطمئن کرنے کے لئے پھیلا رہا تھا، کیونکہ اس روشنی کا اس کے باطن سے قطعاً کوئی تعلق نہ تھا یوں تاریکیوں کے احاطہ میں خود گھر جاتا ہے اور ایسی حالت میں گرفتار رہتا ہے کہ نہ دوسروں کو اپنے باطن کی واقعی کیفیت سے مطلع کر سکتا ہے کہ اس کے زبانی دعوے کے خلاف یہ بات پڑے گی اس لئے بکم یعنی اس قسم کے لوگ گونگے ہو جاتے ہیں اور تاریکیوں میں گھر جانے کی وجہ سے باہر سے بھی نہ اُن کی آنکھیں کچھ لے سکتی ہیں اور نہ اُن کے کان۔ اسی لئے صم (بہرے) عمی (اندھے) وہ ہو جاتے ہیں یہ انسانی نفسیات بھی ایسی نازک کیفیت ہے کہ واقعی روشنی کی طرف اس قسم کے زبان درازوں کے لئے واپسی کا کوئی موقع باقی نہیں رہتا فہم لا یرجعون، مگر دوسری تمثیل اسی طبقہ کی برستی ہوئی پھواروں یعنی کَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ سے دی گئی ہے جن میں ظلمات اور تاریکیاں تو زیادہ ہوتی ہیں لیکن کبھی کبھی رعد کی گرج سے ان کے کان اور برق کی چمک سے ان کی باطنی بینائی متاثر بھی ہوتی رہتی ہے یہ فکری نفاق کی نفسیاتی کیفیت کی تصویر ہے وساوس و شکوک کی پھواروں کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی حق کی گرج اور صداقت کی چمک بھی ان کے سامنے کوند جاتی ہے مگر ان سے زیادہ دیر تک قصداً مستفید ہونا نہیں چاہتے کہ ان کی غیر دینی ناجائز زندگی پر اندیشہ ہوتا ہے کہ مذہب قاضی یہ استفادہ نہ ثابت ہو اسی لئے کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر فسق و فجور کی زندگی کی دعوت سے بچانا چاہتے ہیں الغرض ان ہی نفسیاتی کیفیتوں میں الٹ پلٹ ہوتے رہتے ہیں، جب کچھ روشنی ہوئی تو ادھر کے لئے چل پڑے پھر تاریکی کا حملہ ہوا اور جہاں تھے وہیں ٹھٹھک کر رہ گئے، بہرحال نفاق کی پہلی قسم کا تعلق ان لوگوں سے ہے جو فکری و عقلی قوت سے کام نہیں لیتے اور دنیاوی کاروبار میں ہوشیار ہوتے ہیں دوسروں کو مطمئن کرنے کے لئے منہ سے کچھ باتیں بنا لیا کرتے ہیں ان کا باطن قطعاً سیاہ ہوتا ہے جس میں ایمان کی کوئی کرن نہیں ہوتی، لیکن دوسری قسم ارباب فکر و نظر کے طبقہ منافقین کی ہے بظاہر ان کو کبھی اپنی فکری دوڑ دھوپ کے بعد جہد میں صداقت و ایمان کی کچھ شعاعیں ہاتھ آتی ہیں لیکن ان سے وہ مستفید نہیں ہوتے وسوسوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسلمان ہی جہنم کے مستحق ہیں بتایا جائے کہ اس عقیدے کو غیر قرآنی عقیدہ قرار دینے کی کیا صورت ہے خصوصاً جب بخاری کی دو دو صحیح حدیثوں کا صریح و واضح مفاد بھی یہی ہے جو سورہ واللیل کی آیت سے سمجھا جا رہا ہے جب تک کہ خدائی الفاظ کے ساتھ بیرونی آمیزش کو شریک کرنے کی جرأت نہ کی جائے اس وقت تک قرآن کی اس آیت کا ترجمہ و مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا جس کی تائید اور تشریح ان دونوں حدیثوں کے الفاظ سے ہو رہی ہے۔

اب اس کے بعد پہلی آیت جو نقل کی گئی ہے اس کا مفہوم سامنے آتا ہے یعنی ہر برائی کا بدلہ برائی کرنے والوں کو دیا جائے گا مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ کا یہی حاصل ہے اسی کے ساتھ دوسرے مد والی آیتیں یعنی قرآن ہی کے قانون عفو و مغفرت کو بھی رکھ لیا جائے ان ساری باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر یہ سمجھا اور سمجھایا جائے کہ عذاب کی بدترین قسم اور سزا کی شدید انتہائی شکل تو وہی ہے جسے بھگتنے والے جہنم میں بھگتیں گے جو مسلمان ہے وہ اس عذاب سے تو بچ جائے گا مگر عذاب کی اور بھی تو قسمیں ہیں، یعنی جہنم میں داخل ہونے سے پہلے جیسے (پل صراط) میدان حشر کی فوقانی و تحتانی ظاہری و باطنی پریشانیاں، نیز اس سے پہلے برزخی عذاب کا بھی ایک مستقل سلسلہ ہے یہ تو مرنے کے بعد جہنم میں داخل ہونے سے پہلے سزاؤں

(بقیہ حاشیہ سلسلۂ صفحہ گذشتہ) و اوہام کے کد و کوب سے ان کے قلوب چور ہوتے ہیں گو بظاہر مسلمانوں کی جماعت میں شریک رہتے ہیں حدیثوں میں جن لوگوں کے متعلق آیا ہے کہ مقدار رخردل یا ذرہ برابر بھی ایمان جن میں ہوگا غالباً فکری نفاق کے ان مریضوں کا یہ حال ہوگا ان کو جہنم میں جلنے اور سزا بھگت لینے کے بعد پھر ان کو نئی زندگی مقدار خردل والے ایمان کی بدولت بخشی جائے گی لیکن یہ مومن و مسلم نہیں بلکہ منافق طبقہ سے تعلق رکھنے والے لوگ ہیں۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی مختلف غیبی شکلیں ہیں جو آئندہ اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد پیش آئیں گی اور ان کے سوا موت سے پہلے خود اسی دنیا میں مصائب و آلام کی گوناگوں شکلوں کا حصہ بھی ہے ظاہر ہے کہ جہنم کے عذاب سے بچ جانے کا مطلب یہ قطعاً نہیں ہے کہ سزاؤں کی دوسری شکلیں جو موت کے بعد یا موت سے پہلے اسی زندگی میں مجرموں کو پکڑتی ہیں ان سے بھی مسلمان ہو جانے سے آدمی محفوظ ہو جاتا ہے مسلمان ہونے کا نتیجہ زیادہ سے زیادہ یہی ہے کہ جہنم کی آگ اس پر حرام ہو جائے بلکہ جب قرآن کا یہ اعلان ہے کہ ہر سوء اور برائی کا بدلا اس کے مرتکب کو چکھایا جائے گا اس لئے یقین کرنا چاہئے کہ جہنم کی سزا سے بچ جانے کے بعد مسلمانوں کے لئے سزا کی بہی شکلیں باقی رہ جاتی ہیں جو جہنم میں داخل ہونے سے پہلے بنی آدم کے سامنے آئیں گی چونکہ قرآن ہی نے یہ خبر بھی دی ہے کہ برائی کرنے والے اور اپنے آپ پر ظلم توڑنے والے اللہ تعالیٰ سے اگر مغفرت چاہیں گے، تو اللہ کو بہت بڑا بخشنے والا اور بہت بڑا مہربان پائیں گے، اس لئے اگر یہ مانا جائے کہ حشر یا میدان حشر یا عذاب قبر وغیرہ کی سزاؤں پر مغفرت کے اسی قانون کا یہ عمل ہوگا کہ بجائے ان کے ان ساری سزاؤں کو دنیا کی تکلیفوں اور مصیبتوں کی شکل میں قدرت بدل دیتی ہے تو قانون عفو و مغفرت کا اقتضا بھی پورا ہو جاتا ہے اور مجازاۃ و مکافات کا وہ قانون عام جس کا اعلان من یعمل سوءً یجز بہ میں کیا گیا ہے اس کی تکمیل کی راہ بھی نکل آتی ہے، بلکہ دنیا کی تکلیفوں اور مصیبتوں میں بھی سارے مصائب و آلام دکھ پہنچانے کے لحاظ سے چونکہ برابر نہیں ہیں اس لئے مغفرت طلبی میں زور لگانے والے جتنا زیادہ زور لگائیں گے، سزاؤں کے قالب بھی بدلے چلے جائیں گے، یعنی نسبتاً

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کم تکلیف پہنچانے والی مصیبتوں میں مبتلا ہوکر قانون مجازاۃ کا اقتضا ان کے لئے پورا ہوگا اور سچ پوچھئے تو صحاح کی کتابوں میں اسی قرآنی آیت یعنی من یعمل سوءً یجز بہ جس میں ہر جرم کو مستوجب سزا قرار دیا گیا ہے، اور بتایا گیا ہے کہ مجازاۃ کے قانون سے کسی مجرم کا کوئی جرم مستثنیٰ نہیں ہے، اسی کے متعلق بکثرت ایسی روایتیں جو مروی ہیں کسی میں ہے کہ

"جب مذکورہ بالا آیت (من یعمل سوءً یجز بہ) نازل ہوئی تو مسلمانوں پر یہ آیت بہت گراں ثابت ہوئی، اور حد سے زیادہ ان کو تشویش میں اس آیت نے ڈال دیا، لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے اس احساس کو جب ظاہر کیا، تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سیدھے بنو اور (نیکی) سے قریب ہونے کی کوشش میں لگے رہو اور یقین کرو، کہ مسلمان پر جب کوئی مصیبت (دنیا میں آتی ہے) حتیٰ کہ کانٹا بھی جو کوئی چبھ جاتا ہے، یا کوئی ٹھوکر لگتی ہے، یہ کفارہ تمہارے گناہوں کا بن جاتی ہے۔"

تفسیر درمنثور میں اس روایت کو درج کرتے ہوئے صحیح مسلم کا بھی صحاح کی دوسری کتابوں مثلاً ترمذی ونسائی وغیرہ کے ساتھ حوالہ دیا ہے اسی کے ساتھ بخاری ومسلم کی وہ روایت بھی درج کی ہے جس میں ہے کہ

"کسی مومن کو کوئی دکھ درد، بیماری، غم والم، یا کسی قسم کا کوئی تردد ہوتا ہے اس کے ذریعہ بھی اس کے گناہوں کا ازالہ ہوجاتا ہے۔"

یعنی وہی سزا جو کسی اور عالم میں ہونے والی ہوتی ہے وہ اسی دنیا میں ان مصائب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی شکل میں پوری ہو جاتی ہے اس باب میں کس حد تک مغفرت کا قانون سزاؤں کی تخفیف میں اثر انداز ہوتا ہے اس کا اندازہ ان روایتوں سے ہوتا ہے جن میں ہے کہ اپنی چیز رکھ کر آدمی بھول جاتا ہے اور اس کی وجہ سے تھوڑی دیر کے لئے فکر کی تکلیف میں اسے مبتلا ہونا پڑتا ہے یہ بھی اسی مجازاتی قانون کی تکمیل ہی کی ایک تخفیفی شکل ہوتی ہے یہ بھی ان ہی روایتوں میں ہے کہ کسی چیونٹی کے کاٹ لینے سے یا دل کی دھڑکن سے پسینہ جو آجاتا ہے اس میں بھی مجازاۃ کا قانون اپنا حق پورا کرتا ہے، ابوہریرہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابن ابی شیبہ کا حوالہ دیتے ہوئے درمنثور میں نقل کیا ہے کہ

"مسلمان مرد یا عورت دنیا کی مصیبتوں میں مبتلا ہو کر بالآخر صفائی کے ایک ایسے مقام پر پہنچ جاتے ہیں کہ ما علیہ من خطیۃ (گناہ کا کوئی دھبہ ان میں باقی نہیں رہتا)

بعض روایتوں میں "بے داغ چاندی" اور "سونے کے مصفا ڈلے" سے اس شخص کو تشبیہ دی گئی ہے، جو مجازاتی قانون کے عمل کو دنیاوی مصائب کی شکل میں بھگت کر پاک وصاف ہو جاتا ہے،

بہرحال جہنم سے اس شخص کا کوئی تعلق باقی نہیں رہتا جو نفاقاً نہیں بلکہ واقعۃً دائرہ اسلام میں داخل ہو چکا ہے جہنم سے وہ بیگانہ اور جہنم اس سے بیگانہ ہو جاتا ہے اگر یہ مانا جائے تو سورہ واللیل والی آیت اور معاذ بن جبل و عتبان بن مالک والی صحیح حدیثوں کا کیا مطلب سمجھا جائے اور ان نصوص سے آخر کیا وجہ ہوگی کہ اس عقیدے کے پیدا کرنے سے لوگوں کو روکا جائے خصوصاً ابتداء اسلام میں بھی صحابہ کے شاگردوں یعنی تابعین میں اسے محمد بن سیرین کے متعلق حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

روایت بھی نقل کی ہے کہ سورہ واللیل کی مذکورہ بالا آیت کا مطلب وہ بھی بیان کرتے تھے کہ مسلمان خواہ عملاً کسی حال میں ہو جہنم کی سزا سے بری ہو جاتا ہے۔ اور آخر زمانے میں ہندوستان کے مشہور مجدد اسلام حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے مکتوب ۲۶۶ ج ۱ میں فرماتے ہیں کہ

اہل کبائر کہ گناہاں ایشاں بمغفرت نہ آمدہ اند بہ توبہ یا شفاعت بالمجرد عفو و احسان و نیز اں کبائر را آلام و محن دنیوی یا شدائد سکرات موت مکفر نہ ساختہ امید کہ در عذاب آنہا جمعے را لعذاب قبر کفایت کنند و جمعے دیگر را باوجود محتہلئے قبر با اہوال قیامت

کبیرہ گناہوں کے مجرموں کے گناہ توبہ کی وجہ سے یا شفاعت یا حق تعالیٰ کی عام مہربانی و عفو و کرم کی وجہ سے نہ بخشے گئے، نیز ان کبیرہ گناہوں کا ازالہ دنیا کی مصیبتوں اور تکلیفوں سے، یا سکرات موت کی تکلیفوں سے نہ ہوا ہو تو اس کی توقع ہے کہ بعضوں کے لئے عذاب قبر کی سزا کافی

لہ مسلمان ہونے کے ساتھ ہی جہنم سے انسانیت کا رشتہ قطعی طور پر منقطع ہو جاتا ہے اس قرآنی عقیدے کے ساتھ خواہ مخواہ اہل کتاب کے ان امانی اور آرزوؤں سے شک میں مبتلا نہ ہونا چاہیے جن کا قرآن ہی میں متعدد مقامات پر ذکر کیا گیا ہے یعنی یہود کہتے تھے کہ صرف چند گنتی گنائے دن کے لئے ہمیں جہنم چھوئے گی (لن تمسنا النار الا ایاما معدودۃ) یا اہل کتاب کہتے تھے کہ جنت یہود و نصرانی ہوئے بغیر کوئی نہ جا سکتا (لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا او نصاریٰ) کہ ان دعووں کی بنیاد عقیدے اور عمل پر نہیں بلکہ یہود کی نسلی برتری اور اسرائیل کی اولاد ہونے پر مبنی تھی اسی طرح نصاریٰ کفارہ کے مغالطے میں مبتلا دیکھاں تھے ان کو باور کرایا گیا کہ خدا کا بیٹا عیسائیوں کے جرائم کی سزا صلیب پر چڑھ کر پا چکا ہے پھر ان ہی جرائم کی دوبارہ سزا عیسائیوں کو کیسے مل سکتی ہے ۱۲ " والقصۃ بطولہا " ابن سیرین کے قول کو حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۲۶۳ مطبوعہ المصر میں ملاحظہ فرمائیے ۱۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وشدائد اں روز اکتفا فرمایند — ہو گی اور بعضوں کے لئے عذاب قبر کے ساتھ قیامت کے دن کے مصائب اور سختیاں کافی ہو جائیں گی۔

سزا یا مجازاۃ کی ان مختلف شکلوں کا تذکرہ فرمانے کے بعد آخر میں حضرت مجدد قدس اللہ سرہٗ العزیز فرماتے ہیں کہ

"از گناہاں باقی نہ گذارند کہ محتاج بعذاب نار گردند" صفحہ ۳۲۶ ج ۱

جس کا حاصل یہی ہوا کہ مسلمان ہونے کے بعد خواہ کسی قسم کے کبیرہ اور بڑے بڑے اہم گناہوں میں کوئی مبتلا ہو، پھر بھی سزا پانے کے "عذاب نار" یعنی جہنم کی ضرورت اس مسلمان کے لئے باقی نہ رہے گی، بلکہ جہنم سے پہلے سزا کی مختلف منزلوں میں اپنے کئے کے خمیازوں کو وہ بھگت لے گا۔

محدث دہلوی حکیم الہند حضرت شاہ ولی اللہ نے بھی حجۃ اللہ البالغہ میں ایک مستقل باب قائم فرما کر اس پر بحث کی ہے کہ دنیا میں بھی اعمال کے نتائج کا ظہور کن کن شکلوں میں ہوتا ہے، شاہ صاحب نے اس قسم کی قرآنی آیتوں کو نقل کر کے جن میں ارشاد ہوا ہے کہ

"جو مصیبت بھی تم پر ٹوٹی، یہ خود تمہارے ہاتھوں کی کمائی سے ہوا"

یعنی ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم وغیرہ مشہور آیتوں میں اسی مضمون کو جو بیان کیا گیا ہے، اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شاہ صاحب نے من یعمل سوء یجز بہ (جس نے جو برائی بھی کی اس کا بدلہ اسے دیا جائے گا) کو پیش کر کے ان ہی حدیثوں کا تذکرہ کیا ہے جن کا تفصیلی ذکر گذر چکا آخر میں فرماتے ہیں کہ دنیاوی مصائب کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قالب میں ان سزاؤں کو بھگت لینے کے بعد بندہ اپنے گناہوں سے اتنا پاک وصاف ہو جاتا ہے جیسے کثافتوں سے صاف و پاک ہو کر سونا بھٹی سے باہر نکل آتا ہے شاہ صاحب کے عربی الفاظ یہ ہیں کہ "ان العبد لیخرج من ذنوبہ کما یخرج التبر الاحمر من الکیر" دنیاوی مصائب تو یہ کام کرتے رہتے ہیں باقی اسی کے ساتھ اگر توبہ و استغفار نماز و روزہ وغیرہ جیسے اعمال میں بھی اگر وہ مشغول رہا یعنی حسن اعمال سے گناہوں کے زہر کا ازالہ ہوتا ہے اور خبر دی گئی ہے کہ گناہوں کے کفارہ کا کام وہ دیتے ہیں ان کا اثر شاہ صاحب یہ بتاتے ہیں کہ "رفع البلاء وتخفیفہ" میں ان سے مدد ملتی ہے بالفاظ دیگر یہی مطلب ہوا کہ رفع بلا کے سوا سزا کی سخت شکلوں کو نسبتاً آسان اور کم تکلیف دہ سزاؤں کے قالب میں بھی اسی قسم کے اعمال بدلتے چلے جاتے ہیں دیکھو حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۲۵/۱ مطبوعہ مصر باب الجزاء علی الاعمال فی الدنیا

ایسی صورت میں بدکرداریوں کے نتائج ظاہر ہیں کہ جہنم سے ہٹ کر حسب و نشر و قبر میں بھی اگر کرنے والوں کے سامنے نہ آئے، تو من یعمل سوءً یجز بہ کے ضابطہ عام کے تحت مسلمانوں کو اسی دنیاوی زندگی کے مصائب و آلام ہی کی شکل میں اپنے اعمال کے خمیازوں کو بھگتنا پڑے گا، شاہ ولی اللہ نور اللہ مرقدہ نے یہ لکھ کر کہ امراض اور غم و حزن خوف وغیرہ کے قالب میں ان سزاؤں کا ظہور کبھی ہوتا ہے اور کبھی مسلمانوں کے مال و آل و اولاد کی تباہی کے رنگ میں کبھی تو دوسرے لوگوں کو یا فرشتوں کو یا جانوروں کو الہام ہوتا ہے"

یعنی "تاسرۃ فی اھلہ ومالہ وتمثلا الھم الناس والملٰئکۃ والبھائم" اور برے برتاؤ کے ساتھ مسلمانوں کے آگے وہ نمایاں ہوتے ہیں، شاہ صاحب نے مشہور حدیث نبوی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جس میں آیا ہے کہ

"مومن (مسلمان) کی مثال کھیتوں کے ان پودوں جیسی ہے جنھیں ہوائیں کبھی ادھر گراتی ہیں اور کبھی ادھر گراتی ہیں اور کبھی ان کو سیدھا کرکے کھڑا کر دیتی ہیں، تاآنکہ دنیا میں قیام کی جو مقررہ مدت ہے وہ پوری ہوجاتی ہے برخلاف اس کے جو منافق اور مومن نہیں ہے اس کی مثال صنوبر کے اس اکڑے ہوئے درخت کے مانند ہے جو ہواؤں سے قطعاً متاثر نہیں ہوتا، تاآنکہ ایک دفعہ اکھڑکر زمین سے الگ ہوجاتا ہے۔"

یعنی مثل المومن کمثل الخامۃ من الزرع تفیئہا الریاح تطرحہا مرۃ وتعدلہا اخری حتی یاتیہ اجلہ، ومثل المنافق کمثل الارزۃ المجذیۃ التی لا تصیبہا شئی حتی یکون انجعافہا مرۃ واحدۃ" صحاح کی اسی حدیث سے مسلمانوں کی مجازاتی زندگی کی تشریح کی ہے۔

مطلب یہی ہوا کہ جہنم سے اپنا رشتہ دائرہ اسلام میں داخل ہوکر توڑنے کا موقعہ آدم کی اولاد میں جن لوگوں کو میسر نہ آسکا، ان کے لئے تو کھلا میدان ہے مرنے سے پہلے بھی، مرنے کے بعد بھی، قبر میں بھی حشر میں یا بھی جسر پر بھی اور بالآخر جہنم میں پہنچ کر بھی کافی گنجائش اپنے کرتوتوں کے خمیازوں کے بھگتنے کے لئے موجود ہے، یہاں نہیں تو وہاں، وہاں نہیں تو آگے اور بالآخر جہنم میں پہنچ کر مجازاۃ کے قانون کے نتائج کو اپنے سامنے وہ پائیں گے لیکن مومن کے لئے تو جہنمی سزاؤں کا کوئی موقعہ ہی باقی نہیں رہتا پھر برائیوں کے ساتھ بھلائیوں کا سلسلہ بھی کسی نہ کسی طرح وہ جاری ہی رکھتا ہے توبہ کرتا ہے استغفار سے کام لیتا ہے، ان نمازوں کو بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پڑھتا ہے جن کی خاصیت بتائی گئی ہے کہ ایک وقت سے دوسرے وقت تک
کے وقفہ میں جو گناہ بھی سرزد ہوتے ہیں ان سے نمازی کو پاک کرتی رہتی ہے پھر وضو
کے آثار و نتائج بھی یہی بتاتے گئے ہیں کہ پانی سے صرف بیرونی آلودگیوں ہی کی
صفائی نہیں ہوتی ملکہ قرب حق کے باطنی احساس کے ساتھ چونکہ اعضاء کو وضو کرنے
والا دھوتا ہے اس لئے باطنی اثر بھی وضو کا پڑتا ہے اور ہر عضو جو دھویا جاتا ہے
اس عضو کے گناہ صاف ہو جاتے ہیں، حتی کہ گھر سے نماز کی نیت کر کے جو نکلتا
ہے تو ہر قدم پر بتایا گیا ہے کہ ایک ایک گناہ کو مٹاتا چلا جاتا ہے یہ اور ان کے سوا
اعمال و اشغال کے دوسرے سلسلے ایسے ہیں جن سے گناہ کی روح پژمردہ ہوتی چلی جاتی
ہے ایسی صورت میں مجازاۃ کا قانون مومن کے لئے صرف دنیادی آلام و مصائب
کے قالبوں میں منحصر ہو کر رہ جائے تو اس پر تعجب نہ ہونا چاہئے۔ اور اسی سے اس
اچنبھے کو بھی لوگ اپنے دلوں سے چاہیں تو دور کر سکتے ہیں، جو مسلمانوں کی ماضی
وحال کی تاریخوں میں مصائب و آلام کا ہجوم نظر آتا ہے پچاس سال بھی پیغمبر صلی
اللہ علیہ وسلم کی وفات پر گذرنے نہ پائے تھے کہ واقعہ حرہ میں پیغمبر کے شہر میں قتل
عام کی مصیبت ٹوٹ پڑی۔ تین دن تک مدینہ کے رہنے والوں کے مال کے ساتھ
جان کے ساتھ ناموس کے ساتھ وہ سب کچھ کیا گیا جو درندہ یا جنگل کے جانور بنی
آدم کی اولاد کبھی کبھی کر گذرتی ہے بلکہ اس سے پہلے بھی جمل و صفین و کربلا میں کیا
کچھ نہیں دیکھا گیا، پھر ان مصائب کا سلسلہ کیا کسی صدی میں کبھی ٹوٹا ہے لوگ گھبراتے
ہیں کہ قدرت کے مسلمانوں کے ساتھ اس عجیب و غریب سلوک کی کیا توجیہ کی جائے
ان کے شاعروں کو نمرود کی خدائی کا دھوکہ ان کی بندگی پر بھی کبھی کبھی اس صورت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حال کو دیکھ کرگا۔ سوال یہی ہے کہ گذشتہ بالا قرآنی حقائق کا صحیح حدیثوں اور حکمار اسلام کے افکار کی روشنی میں اگر مطالعہ کیا جائے۔ تو مسلمانوں کے دنیوی مصائب کی توجیہ میں کیا کوئی دشواری باقی رہتی ہے، کیسی عجیب بات ہے کہ رحمتوں کے مظاہر میں جو نہیں سوچتے ہیں ان کو زحمتوں کا زور نظر آتا ہے۔ کاش ! علمائے امت مسائل کے سوال پر بجائے توبیخ و زجر کے نکر و مہر سے کام لیں۔ اور دنیا کی ایک قوم جو دوسروں کی نگاہوں میں اضحوکۃ الامم بنی ہوئی ہے اور اپنے حال سے وہ خود مطمئن نہیں ہے، زندگی کا راز اس پر واضح کیا جاتا۔ عارف روم نے موزے کے تمثیلی قصے کا ذکر کر کے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ عقاب موزے کو لے اڑا لیکن زمین پر اسی موزے کو اوپر جا کر جب چھوڑا تو اس سے ایک کالا سانپ نکل پڑا، تب کہا گیا کہ

موزہ بر بودی دمن درہم شدم تو غمم بردی دمن درہم شدم

اور آخر میں اسی سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ

کان بلا دفع بلا ہائے بزرگ واں زیاں منع زیاں ہائے سترگ

لیکن ظاہر ہے کہ دنیا کے مصائب و آلام میں تخفیف و تحویل کی کارفرمائیوں اور ان کارفرمائیوں میں قدرت کے تکوینی مراحم کی قیمت کا اندازہ وہی کر سکتے ہیں جنھوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیبی حدود کے حوادث و واقعات کے لئے عین الیقین بنا لیا ہے جہنم میں جسر پر، حشر میں، قبر میں جن مہیب و جاں گسل مناظر سے الناس دو چار ہوں گی عین الیقین کی اسی معصوم اور مقدس آنکھ سے آج بھی ان کا مطالعہ کر رہے ہیں باقی اسلام کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنے کی وجہ سے اور مسلمانوں کی جماعت

لہ غالب مرحوم کا مشہور شعر ہے کیا وہ نمرود کی خدائی تھی + بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور خود اسلام میں شریک ہونے کے مجرم بن کر دنیا بھر کی مصیبتوں کو بھی جھیلتے چلا جانا، اور اسلام کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو بھی اشتباہی ذہنیت میں شعوری یا غیر شعوری طور پر دفن کئے رہنا جن دین باختوں کی یہ حالت ہے واقعہ یہ ہے کہ دین ہی نہیں بلکہ وہ تو اپنی عقل کے ساتھ ہی کھیل رہے ہیں، وَمَا یخدعون الا انفسھم وما یشعرون اپنے اس استفہامی معروضہ کو ختم کرتے ہوئے آخر میں جاہئے کہ اب تک جو کچھ کہا گیا اس کا مطلب یہ نہ سمجھا جائے کہ جہنم سے بے تعلق قطعاً بے تعلق ہو جانے کے بعد مسلمانوں کو حق تعالیٰ کے فضل و کرم یا اپنے محبوب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور دعاؤں کی ضرورت باقی نہیں رہتی واقعہ یہ ہے کہ جہنم سے پہلے سزاؤں کے مختلف منازل اور مختلف قالبوں میں ان کے ظہور کی خبریں جو دی گئی ہیں جیسے مکفرات یعنی اعمالِ صالحہ توبہ و استغفار، صلوٰۃ و صیام، حج و زکوٰۃ وغیرہ ان سزاؤں کا قالب بھی اور ان کا محل و مقام بھی تخفیفاً بدلتا چلا جاتا ہے، جسر سے ہٹ کر حشر میں حشر سے ہٹ کر قبر میں، قبر سے ہٹ کر خود اسی حیوٰۃ الدنیا اور پست زندگی میں مجازاۃ کا قانون اپنے قدرتی اقتضار کو پورا کرتا ہے اور دنیا میں بھی بڑی مصیبتوں کو نسبتاً ہلکی مصیبتوں کی شکل میں بدل دیا جاتا ہے حتیٰ کہ جوتے و جوتیوں کے تسمے کے ٹوٹنے سے یا کسی معمولی چیز کے الٹ پلٹ ہو جانے یا رل مل جانے کی وجہ سے ہوتا ہے یہاں تک تحویل و تخفیف و تحویل کا قانون اترتے ہوئے چلا آتا ہے حتیٰ کہ بعض بزرگوں کا خیال ہے کہ خواب میں بھی موحش اور پریشان کن حالات تک کی شکل مجازاۃ کا یہی قانون کبھی کبھی اختیار کر لیتا ہے گویا رد یا میں اپنے کرتوتوں کی سزا بھگتنے والے بھگت لیتے ہیں اسی طرح سزاؤں کی ان ہی منزلوں میں حق تعالیٰ کی رحمت بھی دستگیری فرماتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت بھی اپنا کام کرتی ہے بلکہ جرائم کے نتائج سے پاک ہونے کے بعد بہشتی زندگی سے استفادہ تو زیادہ تر فضل حق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعتِ کبریٰ کے ساتھ وابستہ ہے جس کی تفصیل کا بیان موقع نہیں ہے۔ بقیہ الغرض و اعلی اللہ اجرکم ۱۲

© rasailojaraid.com